بحیرہ مُردار کے طومار
(دریافت کے تقریباً چالیس برس بعد)

۱۹۴۷ء میں بحیرہ مُردار کے کنارے وادی قمران میں عہد نامہٴ عتیق کے کچھ طومار (Scrolls) دریافت ہوئے تھے جِس کے بعد یورپ اور امریکہ کے ماہرین آثار قدیمہ نے اپنے اپنے طور پر اس خطّے میں مزید آثار کی تلاش شروع کی۔ ان کوششوں کے نتیجے میں گیارہ مختلف غاروں سے سیکڑوں تحریریں دریافت ہو گئیں۔ صرف ایک غار (ماہرین آثار قدیمہ کے شمار کے مطابق غار نمبر ۴) سے ۳۸۲ نسخے ملے جن میں تقریباً ایک سو کا تعلق بائبل سے ہے۔ کُھدائی کے دوران میں وسیع رقبے پر پھیلی ہوئی ایک خانقاہ کے آثار بھی دریافت ہوئے جس کے بارے میں یہ رائے دی گئی کہ یہ یہودیوں کے فرقہ Essenes کا مرکز تھی۔

کھدائیوں کے دوران میں حاصل ہونے والے طومار کسی ایک جگہ محفوظ نہ رہ سکے کیوں کہ مختلف ممالک اور اداروں سے تعلق رکھنے والے ماہرین آثار قدیمہ اس متاع عزیز کو اپنے ساتھ لے گئے اور آج بحیرہ مُردار کے یہ طومار یورپ، امریکہ اور اسرائیل کے مختلف "مراکزِ دستاویزات" میں محفوظ ہیں۔ ابتدائی تحقیقات کے بعد اس بات پر زور دیا گیا کہ دریافت شدہ طومار عہد نامہٴ عتیق کی نقلیں ہیں جو ایک سو قبل مسیح اور ۵۰ء کے درمیان لکھی گئی تھیں۔

مسیحی اہل علم نے ان طوماروں سے بائبل کے عہد نامہٴ عتیق کے غیر محرّف ہونے پر دلائل قائم کیے اور ۱۹۵۰ء کے بعد بائبل کے بارے میں شائع ہونے والی شاید ہی کوئی قابلِ ذکر کتاب ہو گی جس میں ان طوماروں کا ذکر نہ کیا گیا ہو اور اِن سے استشہاد کرتے ہوئے عہد نامہٴ عتیق میں تحریف کے اعتراض کو مسترد نہ کیا گیا ہو۔[1]

مسیحی اہل علم کے اِس پروپیگنڈے سے چند آزاد خیال مسلمان اہل قلم بھی متاثر ہوئے اور اُنھوں نے بائبل کے بارے میں جمہور مسلمانوں کے نقطہٴ نظر سے اختلاف کرتے ہوئے بائبل کی لفظی صیانت اور معنوی تحریف پر زور دیا۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے اِس نقطہٴ نظر کی وضاحت و تائید میں لکھا ہے۔[2]

اہلِ مغرب کا امتیازی وصف تلاش و تحقیق ہے۔ کوئی گروہ پہاڑوں اور وادیوں میں گھوم گھوم کر ہر کنکر اور ہر رنگ دار پتھر سے اس کی تاریخ پوچھ رہا ہے۔ کوئی دلدلوں سے آغازِ حیات کی داستان سُن رہا ہے۔ کوئی نباتات میں زندگی کا سراغ ڈھونڈ رہا ہے۔ کوئی عناصر کے مطالعہ میں مصروف ہے، کوئی ساکنانِ مریخ کی باتیں زمین کو سُنا رہا ہے اور ایک گروہ ایسا بھی ہے جس کی خدمات کتاب مقدّس کے لیے وقف ہیں۔ یہ نہ صرف کتاب کی طباعت، صحتِ کتابت اور تفسیر و تشریح کے فرائض سر انجام دیتا ہے بلکہ دُنیا کے ہر خطّے میں اس نے اپنے مراکز کھول رکھے ہیں جن کا کام تبلیغ کے علاوہ قلمی نسخوں کی فراہمی بھی ہے۔ اس گروہ نے ۱۹۴۷ء میں ایک نہایت نایاب مخطوطہ حاصل کیا ہے۔ بات یوں ہوئی کہ فلسطین کا ایک گڈریا بحیرہ مُردار کے ساحل پر بکریاں چرا رہا تھا کہ ایک بکری بھٹک گئی۔ وہ اس کی تلاش میں ایک پہاڑی غار کے قریب جا نکلا۔ اس نے ایک پتھر اٹھا کر اندر پھینکا، کسی برتن کے ٹوٹنے کی آواز آئی۔ وہ ڈر سے بھاگ نکلا اور گاؤں میں کسی اور کو اطلاع دی۔ اس خیال سے کہ شاید ان برتنوں میں خزانہ ہو وہ دونوں واپس آئے، غار کے اندر اُترے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ چند بڑے بڑے مرتبان رکھے ہیں۔ جن میں کاغذوں کے طومار بھرے ہوئے ہیں۔ وہ ان مرتبانوں کو اٹھا لائے اور ردّی سمجھ کر بیچ ڈالا۔ ان میں سے بعض طومار امریکن مشن نے خرید لیے اور اس وقت ییل (Yale) یونیورسٹی کے اسکول آف اورنٹیل ریسرچ میں ان کا مطالعہ کیا جا رہا ہے۔ کچھ علمائے کنعان کے ہاتھ لگے۔ انھوں نے رومی کلیسا کو دے دیے۔ کچھ یروشلم کی عبرانی یونیورسٹی میں پہنچ گئے اور کچھ برطانوی عجائب خانے کی زینت بن گئے۔ اس وقت تقریباً ایک درجن طوماروں کی حقیقت معلوم ہو چکی ہے۔ یہ سب کے سب عہدِ عتیق کے بعض صحائف کے عبرانی مخطوطے ہیں۔ ایک میں یسعیاہ نبی کی پوری کتاب درج ہے۔ ایک حبقوق نبی کی کتاب کی تفسیر ہے اور دیگر طوماروں میں کتاب پیدائش، استثناء، احبار، قاضیوں اور دانی ایل کے کچھ حصّے ہیں---"

مسیحی منادوں اور مبشروں نے طوماروں کی دریافت سے جو تاثر قائم کرنے کی کوشش کی، یہ زیادہ عرصہ قائم نہ رہ سکا۔ خود یورپ کے اہلِ تحقیق نے اعتراضات شروع کر دیے۔ حال ہی میں ایک بار پھر بحیرہ مُردار کے طومار بحث و مباحثہ کا موضوع بن گئے ہیں۔ کیلی فورنیا کے بعض اہلِ علم نے ستمبر ۱۹۹۱ء میں اس خیال کا اظہار کیا تھا کہ ان طوماروں پر تحقیق کی حوصلہ افزائی نہیں کی جا رہی، کیوں کہ یہودی اور مسیحی مذہبی رہنماؤں کو خدشہ ہے کہ طوماروں پر تحقیق اُن کے مسلّمہ عقائد کے خلاف جائے گی۔ کیلی

فورنیا کے ان اہل علم نے طوماروں پر منتخب علماء کی اجارہ داری ختم کرنے کا اعلان کیا چنانچہ کیلی فورنیا اسٹیٹ یونیورسٹی - لانگ بیچ کے شعبہ "مذاہب مشرق وسطیٰ" کے پروفیسر رابرٹ ایزن مین کی (Robert Eisenman) کی تحقیقات جلد ہی سامنے آ گئیں۔

پروفیسر ایزن مین اپنی تحقیقات میں اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ بحیرہ مُردار کے طوماروں کے لکھنے والے ایک یہودی مذہبی تحریک سے تعلق رکھتے تھے جنھوں نے ابتدائی مسیحی عقائد و نظریات کی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ حضرت یسوع مسیح کو صلیب دیے جانے کا عقیدہ اسی فرقے کی اختراع ہے۔ عیسائیت میں ایسے مسیح کا تصور پیدا ہوا جو مصائب برداشت کرتے ہوئے جان دے دیتا ہے، ورنہ ابتدائی یہودیت میں ایسے مسیح کا عقیدہ عام تھا جو ایک عظیم الشان بادشاہ اور اسرائیل کے غلبے کے لیے مامور ہوگا۔

پروفیسر ایزن مین کی "تحقیقات" کے ساتھ ہی آسٹریلیا کی ایک عالمہ بار برا تھیرنگ کی کتاب Jesus: The Man سامنے آئی جو آسٹریلیا میں سب سے زیادہ فروخت ہونے والی کتابوں میں شامل ہے۔ تھیرنگ سڈنی یونیورسٹی میں لیکچرار ہیں۔ انھوں نے اپنی کتاب میں دعویٰ کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کنواری مریم کے بطن سے پیدا نہیں ہوئے تھے، یوسف ان کے انسانی باپ تھے، وہ بیت لحم میں نہیں بلکہ قمران میں پیدا ہوئے تھے۔ جب انھیں صلیب پر چڑھایا گیا تو کوئی معجزہ ظہور پذیر نہیں ہوا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صلیب پر جان نہیں دی تھی، وہ صلیب سے زندہ اتارے گئے تھے۔ صحت یاب ہونے کے بعد انھوں نے مریم مگدلینی سے شادی کی، تین بچوں کے باپ ہوئے۔ مریم کو طلاق دی، دوبارہ شادی کی اور ستر سال کے لگ بھگ عمر پا کر طبعی طور پر فوت ہوئے۔

بار برا تھیرنگ کا دعویٰ ہے کہ اُن کے اخذ کردہ یہ سارے نتائج بحیرہ مُردار کے طوماروں پر بیس سالہ تحقیق کا نتیجہ ہیں۔

اس صورت حال میں مسیحی اہل علم نے مدافعانہ نقطۂ اختیار کر لیا ہے۔ وہ اس بات سے انکار نہیں کرتے کہ بحیرہ مُردار کے طوماروں پر اس حد تک تحقیق نہیں ہو سکی، جس کی توقع کی جا رہی تھی۔ البتہ اُن کی توجیہ یہ ہے کہ ان طوماروں کا بڑا حصہ اصلاً چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کی شکل میں ہے اور ان ٹکڑوں کو باہم جوڑنا اور اُن سے مفہوم پیدا کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اس سلسلے میں مسیحی اہل علم نے اپنے مشاہدات بھی بیان کیے ہیں کہ کس طرح طوماروں کے جوڑنے اور پڑھنے کی کوششیں کی گئی ہیں۔ گزشتہ تین چار برسوں کے باہمی مباحثہ سے کوئی فریق اپنی آراء بدلنے پر تو آمادہ نہیں ہوا، البتہ اتنی کامیابی ضرور حاصل ہوئی ہے کہ اب تک جو اہل علم طوماروں کے پڑھنے اور اُنھیں ترتیب دینے میں شریک رہے ہیں، اُن کے ناموں اور کارناموں سے پردہ اُٹھایا گیا ہے، اس طرح اُن کے علمی اور دینی

کارناموں کو زیادہ بہتر طور پر جانچنے کی صورت پیدا ہو گئی ہے۔

حواشی

۱۔ مثال کے طور پر دیکھیے: پادری برکت اللہ ایم - اے، صحت کتبِ مقدسہ، لاہور: پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی (بار سوم: ۱۹۶۹ء)، ص ۱۰۹ - ۱۳۴

۲۔ غلام جیلانی برق، ایک اسلام، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز (بار دوم: ۱۹۶۳ء)، ص ۹۶-۹۸، ڈاکٹر برق کے نقطۂ نظر سے مسیحی اہل علم نے مناظرانہ انداز میں استشہاد کیا ہے۔ دیکھیے: ڈاکٹر کے - ایل - ناصر تصدیق الکتاب، گوجرانوالہ: فیتھ تھیو لاجیکل سمینری (بار سوم: ۱۹۸۵ء)، نیز ماہنامہ "کلام حق" (گوجرانوالہ)، جون - جولائی ۱۹۹۲ء، ص ۲-۵۔ ڈاکٹر ناصر صاحب سے سہواً ڈاکٹر برق کی کتاب "ایک اسلام" کی جگہ اُن کی ایک دوسری کتاب "دو اسلام" کا حوالہ درج ہو گیا ہے، جو درست نہیں۔ "دو اسلام" کا موضوع "ایک اسلام" قطعاً مختلف ہے۔